پاکستان کا استحکام ہی نہیں' اس کا وجود بھی اسلام کا مرہون منت ہے

ماضی میں پاکستان کو جس طرح لوٹا گیا اس کا تقاضا یہی ہے کہ کڑا احتساب ہو لیکن غیر جانبدارانہ ہو

چیف ایگزیکٹو نے اپنے فوٹو سیشن سے یہ پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ سیکولر مزاج کے آدمی ہیں

جاگیرداری کے خاتمہ اور بے لاگ احتساب کے نتیجے میں ملک کی سیاست گندگی سے پاک اور مستحکم ہو جائے گی

قومی و ملی ذمہ داریوں کے حوالے سے اہل پاکستان نے اپنی سب سے بڑی خوش قسمتی کو بدقسمتی میں تبدیل کر دیا

ریاستی سطح پر نفاذ اسلام کی سمت پیش رفت کی امید ختم ہونے کے بعد اب یہ ساری ذمہ داری افراد پر آ گئی ہے

دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے نتیجے میں ہی ہمیں ملی و قومی سربلندی حاصل ہو سکتی ہے!

مسجد دار السلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۹/اکتوبر ۹۹ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

حضرات اس وقت پاکستان ایک سسپنس اور حالت منتظرہ کی کیفیت میں ہے اور گومگو کا عالم ہے۔ چنانچہ عجیب صورت حال ہے کہ دستور ہے بھی اور نہیں بھی۔ حالانکہ صدر تارڑ نے فرمایا ہے کہ بنیادی حقوق برقرار اور دستور موجود ہے۔ لیکن دوسری طرف قاضی حسین احمد پر سرحد میں داخلے پر پابندی ہے اور جمعیت اہل حدیث کے کارکن گرفتار کئے گئے ہیں۔ ان حالات میں بنیادی حقوق آخر کہاں ہیں؟ آزادی ہے تو کن کے لئے اور کتنی اور پابندی ہے تو کس پر اور کتنی؟ صورت حال کچھ واضح نہیں ہے۔

وہاب الخیری صاحب نے جو راولپنڈی کے معروف ایڈووکیٹ ہیں' سپریم کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن دائر کی ہے جو سماعت کے لئے منظور ہو گئی ہے' اپنی درخواست میں انہوں نے کہا ہے کہ مقننہ اور انتظامیہ پر پابندی تو قابل فہم ہے لیکن عدلیہ پر پابندی لگانے کا کسی کو کیا حق ہے؟ دیکھئے اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ معاملات مزید الجھیں گے یا بہتری پیدا ہو گی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اسی طرح دولت مشترکہ کے وفد کو خاصا مضبوط جواب مل چکا ہے کہ حکومت فی الحال بحالی جمہوریت کے لئے کوئی ٹائم ٹیبل دینے کو تیار نہیں۔ وفد نے بھی جواباً کہا ہے کہ حکومت کو اس کی اصلاحات کے نفاذ اور پروگرام پر عملدرآمد کے لئے دو سال کی مہلت دی جا سکتی ہے۔ گویا یہ وفد بھی اب حکومت کو مہلت دینے پر آمادہ نظر آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت منتظرہ کی یہ کیفیت طویل بھی ہو سکتی ہے۔

جہاں تک جنرل پرویز مشرف کا تعلق ہے کہ جن کے پاس اس وقت سارے اختیارات کا ارتکاز ہے (ان کے بارے میں میرا تاثر یہ ہے کہ) وہ ایک محب وطن انسان ہیں۔ انہیں پاکستان سے دلی محبت ہے۔ جبکہ قائداعظم اور علامہ اقبال کے مزاروں پر حاضری دے کر انہوں نے گویا

منبر و محراب

ان شخصیات سے اپنے ذہنی و قلبی تعلق کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح ان کی تقریر میں یہ الفاظ معنی خیز اور خوش آئند ہیں کہ اب ہمیں لازماً اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔ ان کی دوسری بات کہ بے رحم احتساب ہو گا اور ڈنڈا بھی چلے گا' یقیناً ہر پاکستانی کے دل کی آواز ہے۔ ماضی میں پاکستان کو جس طرح لوٹا گیا اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ اب کڑا احتساب ہونا چاہئے لیکن یہ احتساب غیر جانبدارانہ ہو۔ چونکہ جنرل صاحب کا اپنا کوئی سیاسی پس منظر نہیں ہے لہٰذا توقع ہے کہ وہ بلاامتیاز سب کا احتساب کریں گے۔ اس کے علاوہ جنرل پرویز مشرف نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ جاگیرداری کا خاتمہ کر کے دم لیں گے۔ یہ بہت ہی قابل مبارک باد بات ہے' کیونکہ اگر پاکستان کی سیاست سے میوزیکل چیئر کے کھیل کا خاتمہ کرنا ہے تو جاگیرداری نظام کو ختم کرنا ناگزیر ہے' دوسرے یہ کہ اس جاگیردارانہ نظام کے ہوتے ہوئے یہاں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر موجودہ حکومت واقعتاً یہ دو کام یعنی جاگیرداری کا خاتمہ اور بے لاگ احتساب کرنے میں کامیاب ہو گئی تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہو گا اور تاریخ میں ان کا مقام ہو گا۔ کیونکہ ان اقدامات کے نتیجے میں ملک کی سیاست گندگی سے پاک اور مستحکم ہو جائے گی۔

ایک تشویش ناک بات یہ ہے کہ چیف ایگزیکٹو نے ابھی تک بھولے سے بھی اسلام کا نام نہیں لیا۔ اگرچہ مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا سمیع الحق نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ ملک میں اسلام نافذ کرو۔ میں نے بھی اپنے ایک خط میں جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے' انہیں لکھا ہے کہ نفاذ اسلام کے بغیر کوئی پائیدار تبدیلی نہیں آ سکتی اور اصلاح کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی لیکن اس سب کے برعکس انہوں نے اپنے فوٹو سیشن سے پیغام دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ سیکولر مزاج کے آدمی ہیں۔ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسے gestures دیئے ہیں کہ دنیا یہ نتیجہ نکالے کہ یہ شخص ہمارے لئے قابل قبول ہے۔ شاید یہی وجہ کہ امریکہ کا ابتدائی رد عمل اگرچہ سخت تھا لیکن اب اس میں رفتہ رفتہ نرمی پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ امریکی جریدے نیوزویک نے انہیں نہایت شائستہ' مہذب اور شریف انسان کا لقب دیا ہے تو آخر کسی بنیاد پر ہی دیا ہو گا۔ اسی طرح انہوں نے کتوں کو گود میں اٹھا کر جو سرکاری تصویر جاری کی ہے اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ میرا اسلام کی سماجی' معاشرتی اور اخلاقی

تعلیمات سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے لہٰذا مغربی دنیا مجھ سے گھبرائے نہیں۔ گویا کہ ایک درجے میں ؏
"میرے اسلام کو اب قصہ ماضی سمجھو" والا معاملہ بنا کر دکھایا گیا ہے۔ پھر انہوں نے یہ بھی کہا کہ کمال اتاترک میرے محبوب رہنما ہیں۔ جس پر قاضی حسین احمد نے احتجاج کیا تھا کہ ہم یہاں کمال ازم نہیں چلنے دیں گے۔ قاضی صاحب تو ایسا کہہ سکتے ہیں لیکن میرے پاس ایسی کوئی عوامی طاقت نہیں کہ ایسا انداز اختیار کر سکوں۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر پاکستان میں کمال اتاترک جیسا طرز عمل اختیار کیا گیا تو یہ ملک کی تاریخ اور Genesis سے ناواقفیت کا مظہر ہو گا اور کسی طور بھی ملک و ملت کے لئے بہتر نہیں ہو گا۔

جہاں تک چیف ایگزیکٹو کے اسلام کو نظرانداز کرنے کا معاملہ ہے تو یہ دراصل پاکستان کے قیام کے پس منظر کو نظرانداز کرنے اور تاریخ سے رشتہ توڑ لینے کے مترادف ہے' اور جس قوم کا ناتا اپنی تاریخ سے ٹوٹ جائے وہ بے لنگر جہاز کے مانند ہوتی ہے' جسے کوئی بھی طاقتور لہر اپنے ساتھ بہا کر لے جا سکتی ہے۔ علامہ اقبال کے اس شعر کا اطلاق دنیا کے اور کسی مسلمان ملک یا قوم پر ہو یا نہ ہو' پاکستان پر ضرور ہوتا ہے ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولؐ ہاشمی

دوسری مسلم اقوام کے کھڑے ہونے کی اور بہت سی بنیادیں ہو سکتی ہیں۔ جیسے کمال اتاترک نے نسل اور زبان کی بنیاد پر ترک نیشنلزم کا نعرہ لگا کر پوری قوم کو کھڑا کر دیا تھا۔ اسی طرح لسانی بنیاد پر عرب نیشنلزم اُبھرا تھا اور اس نے بھی اپنی طاقت کا مظاہرہ اس طور سے کیا تھا کہ جمال عبدالناصر نے انگریزوں کو بحیرۂ روم میں اٹھا کر پھینک دیا تھا' لیکن پاکستان کا معاملہ بالکل جدا ہے۔ نہ یہاں کوئی ایک نسل ہے نہ کوئی ایک زبان ہے' کسی نسلی یا لسانی بنیاد پر یہ ایک قوم بنتی ہی نہیں' البتہ نظری طور پر وطن کو معبود بنا کر پاکستانی قومیت کی بنیاد رکھی جا سکتی تھی لیکن مسلمان کی سرشت میں زمین کی وہ اہمیت سرے سے نہیں ہے' اس کا مزاج آفاقیت کا حامل ہے۔ بقول اقبال ؏

"مسلم ہیں' ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا"

نیز ہندوستان کے مسلمانوں میں سوائے مذہب کے کوئی شے مشترک تھی ہی نہیں۔ بنگالی مسلمان کی زبان' ان کا کلچر' کھانے پینے کا انداز' ان کا لباس دوسرے مسلمانوں بالخصوص سرحد اور بلوچستان کے مسلمانوں سے بالکل جدا تھا۔ لہٰذا اسلام کو بنیاد بنائے بغیر جس کا مظہر یہ نعرہ تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" کوئی امکان نہیں تھا کہ پاکستان وجود میں آ جاتا۔ گویا پاکستان کا قیام' اس کا پس منظر اور تاریخ تو اسلام کے ساتھ وابستہ ہے ہی' اس کے استحکام اور وجود کے برقرار رہنے کی بنیاد بھی اسلام کے سوا کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جب اس کی اصل اساس یعنی اسلام سے ہم نے دوری اختیار کی تو وہ ایک قوم بھی تحلیل ہو کر رہ گئی اور اب صوبائیت' لسانیت اور مسلکوں کی بنیاد پر صرف تفرقہ بازی باقی رہ گئی ہے۔ لہٰذا یہاں کوئی ایسی شے نہیں جو اس ملک کو مستحکم کر سکے سوائے اسلام کے۔ اور اگر کسی کو دیانت داری سے اس ملک کا استحکام مطلوب ہے تو اسلام کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ گویا ؏

"ناچار مسلماں شو کافر ناتوانی شد"

کے مصداق ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم اسلام کو چھوڑ کر قائم رہ سکیں۔

مزید برآں مستقبل میں عالمی خلافت ارضی کے قیام میں اس ملک کا جو کردار ہے جس کے واضح اشارات صحیح احادیث میں ملتے ہیں' اس ضمن میں بھی ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ یہاں اسلامی نظام قائم کیا جائے۔

اس ساری گفتگو کا میں جو نتیجہ نکالنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پاکستان میں اب نفاذ اسلام کے ضمن میں ریاستی سطح پر کسی مثبت اقدام کی توقع باقی نہیں رہی لہٰذا اب یہ ساری ذمہ داری ہم پر ہے' اس ملک کے بسنے والوں پر ہے' عوام پر ہے کہ وہ اقامت دین کیلئے کوشش کریں۔ کیونکہ یہ ایک اصول ہے کہ اگر ملک میں نظم و ضبط قائم ہو' فوج سرحدوں پر حفاظت کر رہی ہو' پولیس امن و امان کے قیام کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہی ہو' تو آپ پاؤں پھیلا کر سو سکتے ہیں۔ لیکن اگر خدانخواستہ Chaos ہو جائے اور آپ کی حفاظت کی یہ صورت برقرار نہ رہے تو ظاہر بات ہے ہر شخص کو اپنے گھر کا پہرا خود دینا ہو گا۔ اسی طرح اب اگر ریاستی سطح پر کوئی توقع فی الحال نظر نہیں آ رہی ہے تو اب یہ ساری ذمہ دار افراد پر آ گئی ہے۔ بقول اقبال ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اگرچہ ہمارا ہمیشہ سے موقف یہ رہا ہے کہ یہ کام منہاج محمدیؐ پر عمل کرتے ہوئے صرف انقلابی جدوجہد کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم نے خود ماضی میں حکومتی سطح پر کوشش کی ہے کہ دستوری ترامیم کے ذریعے نفاذ اسلام کی طرف پیش رفت ہو سکے' جس میں ہمیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ لیکن اب جو صورت حال بنی ہے اس میں تو حکومت سے بھی کوئی توقع نہیں رہی۔ چنانچہ موجودہ صورت حال میں دینی حوالے سے ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں ان پر ان شاء اللہ آئندہ خطاب جمعہ میں تفصیلی گفتگو کروں گا۔ آج اس کی تمہید کے طور پر کچھ باتیں عرض کر رہا ہوں۔

جو آیات میں نے ابتداء میں تلاوت کی تھیں ان کا تعلق اس بات سے ہے کہ ہر انسان پر گوناگوں ذمہ داریوں کا بوجھ ہے اور ہر انسان ان ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ سورۃ البلد میں تین آیتوں میں قسم کھائی گئی ﴿ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴾ یہ تین آیات قسموں پر مشتمل ہیں۔ "میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی' اور اے نبی آپؐ اس میں آباد ہیں (لوگ آپؐ پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں) اور قسم کھاتا ہوں والد اور مولود کی" یعنی یہ جو سلسلہ ہے بقائے نسل انسانی کا' کتنا بوجھ ہے جو انسان اٹھاتا ہے۔ اولاد کی پرورش' ان کا پیٹ پالنا کوئی آسان کام تو نہیں ہے۔ ان تین چیزوں کو سامنے رکھ کر فرمایا ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴾ "ہم نے انسان کو مشقت ہی میں پیدا کیا"۔ محض جسمانی مشقت اور محنت ہی نہیں' اس سے آگے بڑھ کر انسان کو قدم قدم پر دکھ' رنج اور صدمات سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مشقت اور محنت تو حیوانات بھی کرتے ہیں۔ لیکن حیوانات میں وہ احساسات نہیں جو انسان کے پاس ہیں۔ انسان کے جو احساسات اپنے عزیز و اقارب اور اولاد کے بارے میں ہوتے ہیں وہ حیوانات میں نہیں ہوتے۔ مثلاً بلی اپنے بچوں کو اس وقت تک تو سنبھالتی ہے جب تک وہ خود کھانے پینے کے قابل نہ ہو جائیں لیکن اس کے بعد کون ماں اور کون بیٹا یا بیٹی۔ جبکہ انسان ساری عمر جس طرح اولاد کے لئے بے چین اور متفکر رہتا ہے' پھر یہ کہ بعض اوقات یہی اولاد بڑی ہو کر اپنے والدین کے لئے دکھ کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا مصائب اور رنج انسان کی زندگی کا حصہ ہیں۔ جیسا کہ غالب نے کہا ہے ؎

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

گویا یہ غم انسان کا مقدر ہے۔ موت سے پہلے اس سے نجات کی کوئی توقع نہیں۔ سورۃ الانشقاق میں اس سے اگلی بات آئی ہے : ﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴾ جب یہ آسمان پھٹ جائے گا اور وہ (آسمان) اپنے رب کا حکم سنے گا اور حکم بجالائے گا' کیونکہ وہ اسی کا سزاوار ہے' اور جب زمین کھینچ جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہو گا اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور وہ بھی اسی لائق ہے کہ اپنے مالک کا حکم مان لے اور اس کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ قیامت کا یہ نقشہ کھینچ کر فرمایا جا رہا ہے کہ اے انسان تجھے مشقت پر مشقت جھیل کر بالآخر

اپنے رب کے حضور میں بھی حاضر ہوتا ہے۔ حیوانات کے لئے تو یہ مرحلہ نہیں آئے گا۔ انسان کا المیہ تو یہ ہے کہ دنیا کے یہ سارے بوجھ بھی اٹھائے' صدمات بھی جھیلے' مشقتوں کو برداشت کرے اور پھر ایک دن اسے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اعمال کا جواب بھی دینا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے : "کسی ابن آدم کے قدم (بروز قیامت) بارگاہ خداوندی سے اس وقت تک ہل نہیں سکیں گے جب تک پانچ چیزوں کا حساب نہ لے لیا جائے۔ یہ عمر کہاں لگائی' خاص طور پر جوانی کہاں کھپائی۔ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا تھا اور جو علم حاصل کیا تھا اس پر عمل کتنا کیا تھا؟"

گویا انسان پر یہ دوہری مشقت کا معاملہ ہے کہ اسے آخرت میں بھی جواب دینا ہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ بڑے کیف کے عالم میں کہا کرتے تھے "کاش میں گھاس کا ایک تنکا ہوتا جو آگ میں ڈال کر جلا دیا جاتا اور اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی' کاش میں درختوں پر چہچہاتی ہوئی چڑیا ہوتا جس کا کوئی محاسبہ نہیں ہوگا"۔ دراصل یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کے احساس کی شدت کا مظہر تھا۔ اس احساس سے ہر انسان کو لرزاں و ترساں رہنا چاہئے۔

انسان پر دنیا میں جو دنیوی اور دینی ذمہ داریوں کے بوجھ ہیں ان کا تجزیہ کریں تو انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱) وہ ذمہ داریاں جن کا داعیہ' تقاضا ہمارے اندر موجود ہے۔ ان کے لئے کسی یاددہانی' وعظ اور تلقین کی ضرورت نہیں۔ پیٹ کھانے کو مانگتا ہے' اس کے لئے ہر شخص محنت کرتا ہے۔ آپ کہیں یہ وعظ نہیں سنیں گے کہ معاش کی ضروریات کے لئے ہر کوئی ضرور جدوجہد کرے۔ اسی طرح ہر شخص کو چھت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر انسان اس کے لئے کوشش کرتا ہے کہ سر چھپانے کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور بنائے خواہ وہ کٹیا ہو' جھونپڑی ہو یا محل ہو۔ اسی طرح مرد و زن میں جنسی جذبہ موجود ہے' انسان شادی بھی کرتا ہے۔ اس کے لئے بھی کسی وعظ اور ترغیب و تشویق کی ضرورت نہیں۔

۲) اسی طرح تین تقاضے یا ذمہ داریاں ایسی ہیں کہ جن کے لئے کوئی بنیاد ہمارے نفس میں موجود نہیں۔ بلکہ ان کا تعلق ہماری سوچ' ہمارے نظریات' افکار اور عقائد سے ہے۔ ان میں سب سے پہلی ذمہ داری ملک کے حوالے سے ہے جس میں آپ رہتے ہیں' جو آپ کا وطن ہے۔ خواہ وہ جدید نظریۂ وطنیت کے مطابق اس طور سے آپ کا معبود نہیں بھی ہے' تب بھی اس کی آزادی کی حفاظت کی ذمہ داری اس کے رہنے والوں پر ہے۔ چنانچہ اس ملک میں بسنے والے افراد کے اندر یہ مادہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنی توانائیوں' قوتوں' اوقات اور صلاحیتوں کا کچھ حصہ اپنے وطن کے لئے مختص کر دیں۔ اگر یہ ہوگا تو وطن سربلند ہوگا' آزاد و برقرار رہے گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کشتی کے سواروں کا کشتی سے تعلق ہوتا ہے کہ اگر یہ کشتی تیرے گی تو وہ بھی تیرتے رہیں گے اور بحفاظت رہیں گے۔ اگر یہ کشتی ڈوبتی ہے تو وہ بھی ڈوبیں گے۔

دوسرا تقاضا قوم کے حوالے سے ہے۔ اگرچہ آج کی دنیا میں وطن اور قوم ایک ہی پلڑے میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہم مسلمانوں کے اعتبار سے وطن علیحدہ شے ہے اور قوم الگ شے ہے۔ ہماری قومیت ہمارے وطن کے حوالے سے نہیں ہے۔ ہماری قومیت تو عالمگیر ملت اسلامیہ پر مشتمل ہے۔ ہم مسلم قوم کے افراد ہیں۔ ہر مسلمان جو کہیں بھی بستا ہو مسلمان قوم کا حصہ ہے۔ اگر ہم اپنی قوم کے لئے اپنی صلاحیتوں' قوتوں اور اوقات کا ایک حصہ وقف نہیں کرتے تو یہ امت یا قوم ذلیل و رسوا ہو جائے گی اور یہ قوم آج نہیں تو کل ڈوبے گی۔

تیسری شے دین ہے' جسے عام لوگ مذہب کہتے ہیں۔ دین و مذہب کے حوالے سے بھی ہر انسان پر کچھ ذمہ داری کا بوجھ آتا ہے۔ کوئی مذہب اسی وقت سربلند ہوگا جب اس مذہب کے ماننے والے اس کے لئے قربانی دینے کو تیار ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جب ہم نے اسلام کے لئے قربانیاں دینا چھوڑ دی ہیں تو اسلام کا وہ دبدبہ اور وقار نہیں رہا ہے جو ماضی میں تھا۔

ہم مسلمانان پاکستان موخر الذکر تینوں داعیات کے اعتبار سے دنیا کی خوش قسمت ترین قوم تھے کیونکہ ہمارے لئے یہ تینوں تقاضے سمٹ کر ایک ہو گئے تھے۔ ہمارے وطن کی بنیاد اسلام کے سوا کوئی نہیں۔ ہماری قومیت بھی اسلام سے وابستہ ہے اور ہمارا دین یا مذہب بھی اسلام ہے۔ اگر ہم اسلام کے ساتھ وفاداری کرتے' اس کے تقاضوں کو ادا کرتے' اسے حقیقی معنوں میں قائم و نافذ کرتے تو ایک تیر سے تین شکار والا معاملہ ہوتا' ہمارا وطن بھی مضبوط ہوتا' قوم یعنی ملت اسلامیہ کو بھی سربلندی ملتی اور دین کا غلبہ بھی ہوتا۔ لیکن اس خوش قسمتی کو ہم نے اپنی کوتاہی سے بدقسمتی میں تبدیل کر لیا ہے۔ اس لئے کہ اگر یہاں دین نہیں آئے گا تو جان لیجئے کہ وطنیت کی بنیاد پر یہ ملک اکٹھا نہیں رہ سکتا' مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اسلام سے مخلص ہو جاتے تو آج یہ صورت حال نہ ہوتی کہ ملک دولخت ہو چکا ہے' پھر یہ کہ یہاں آزاد بلوچستان' سندھو دیش اور پختونستان کے نام سے علیحدگی کی تحریکیں چل رہی ہیں' اب تو عالمی پریس یہاں تک کہہ رہا ہے "Can Pakistan be Saved" کہ کیا پاکستان کو (اب بھی) بچایا جا سکتا ہے۔ گویا ہماری بربادی کی پیشین گوئیاں کی جا رہی ہیں۔ لیکن اگر ہم اب بھی اپنی ذمہ داریاں جو دین کے حوالے سے ہم پر عائد ہوتی ہیں' پورا کریں تو سربلند ہو سکتے ہیں۔ وہ ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اس پر اگلے جمعہ گفتگو ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ OO

دعائے صحت کی اپیل

"ندائے خلافت" کے معاون مدیر جناب فرقان دانش کی والدہ محترمہ عارضہ قلب کے باعث علیل ہیں۔ قارئین سے ان کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

موت کا کوئی وقت مقرر نہیں

یہ حقیقت ہر انسان کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ جب یہ بات ہے تو سوچئے کہ اگر ابھی اس گھڑی موت آ گئی تو کیا ہوگا۔ اس لئے کہ موت جب بھی آئے گی ایسے ہی آئے گی پہلے سے بتا کر نہیں آئے گی۔ اس لئے یہ سوچ کر کہ موت جب آئے گی میرا کیا ہوگا' اپنے اعمال کی اصلاح کیجئے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر پہلے سے کوئی تیاری نہیں کر رکھی تو عین وقت پر کیا کر سکیں گے۔ اس لئے انسان کو پہلے سے تیار رہنا چاہئے۔

دنیا میں انسان آرزوؤں اور تمناؤں کے سہارے جی رہا ہے کہ یہ ہو جائے وہ ہو جائے یا یہ کہ ابھی تو مجھے یہ کرنا ہے اور وہ کرنا ہے اگر ان جھوٹی تمناؤں کا انجام دیکھنا ہو تو ذرا قبرستان چلے جائیں' ساری حسرتیں تمنائیں اور آرزوئیں خاک میں ملی ہوئی نظر آئیں گی۔ سوچا جائے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟ جس شخص نے اپنی زندگی میں اللہ کو راضی نہیں کیا' گناہوں میں زندگی گزار دی' توبہ واستغفار نہیں کیا' گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا' وہ جب مرتا ہے' قبر میں جاتا ہے تو ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے :

"قبر اس سے خطاب کرتی ہے کہ اب تک تو میرے اوپر چلتا رہا' آج میرے اندر ہے۔ آج دیکھ کیسی خبر لیتی ہوں؟ پھر وہ اس طریقے سے دباتی ہے کہ پسلیاں اِدھر کی اُدھر' اُدھر کی اِدھر' ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں"۔ (ابوداؤد' ترمذی)

(مفتی رشید احمد کے مضمون "مراقبۂ موت" سے اقتباس)

نواز شریف صاحب نے ہر معاملے میں ذوالفقار علی بھٹو کی پیروی کی

بھارت سے دوستی کا رشتہ مضبوط کر کے دراصل فوج کی ڈاؤن سائزنگ مقصود تھی تاکہ ....

مسئلہ کشمیر اگر حل ہو جائے تب بھی فوج کی ڈاؤن سائزنگ خودکشی کے مترادف ہو گی

بھارت کی جانب میاں نواز شریف کے غیر متوازن اور غیر معمولی جھکاؤ کا اصل سبب!

مرزا ایوب بیگ' لاہور

ہر شخص کا اپنا مزاج ہوتا ہے اور اس کا مزاج اس کے عمل' اس کی تحریر اور تقریر سے سامنے آتا رہتا ہے۔ راقم مزاجاً اس شخص پر تو گرج اور برس سکتا ہے جو مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہو یا کسی نہ کسی طرح بالائی طبقات میں اس کا شمار ہو لیکن "مرے کو مارے شاہ مدار" کا سا انداز اختیار کرنا راقم کے لئے بہت مشکل ہے۔ اسی لئے ارادہ تھا کہ پونے تین سال میاں نواز شریف اور ان کے انداز حکمرانی کے بارے میں بہت کچھ لکھ چکا' اب اخبارات اور جرائد و رسائل میں فوج در فوج تجزیہ نگار یہ کام کر رہے ہیں تو راقم دوسری طرف توجہ دے۔ لہٰذا سابق وزیراعظم اور ان کی حکومت کے بارے میں کچھ نہ لکھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اخبارات میں بھارت کے سابق وزیراعظم گجرال کا جو مضمون شائع ہوا ہے اور اس میں اس نے میاں نواز شریف سے ذاتی تعلقات کے حوالے سے بعض انکشافات کئے تو راقم نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ ندائے خلافت کے قارئین کو آگاہ کرے کہ میاں نواز شریف کا غیر متوازن اور غیر معتدل انداز سے بھارت کی طرف جھکاؤ کا اصل سبب کیا تھا۔ انہیں نرسمہا راؤ کی مسکراہٹ اتنی حسین کیوں لگتی تھی' وہ گجرال کی نفاست پسندی کے شیدائی کیوں تھے؟ اور وہ یہ کیوں کہتے تھے کہ انہیں تو بھاری مینڈیٹ ہی بھارت سے تعلقات بنانے کے لئے ملا ہے۔ انہوں نے کوڑیوں کے دام چینی بھارت کو کیوں فروخت کی؟ کارخانے داروں کا یہ نقصان انہوں نے حکومتی وسائل سے پورا کیا' یوں اربوں روپے کا بوجھ خزانے پر پڑا۔ وہ بھارت کو سستے نرخوں پر بجلی فروخت کرنے کے لئے کیوں بے چین تھے؟ (یاد رہے نواز دور میں بھارت سے بجلی کی فروخت کا معاہدہ آخری وقت میں واپڈا کے فوجی چیئرمین کی جارحانہ مداخلت کی وجہ سے طے نہ پا سکا تھا)۔

ان تمام سوالوں کا سادہ اور مختصر ترین جواب تو یہ ہے کہ تاحیات بلکہ تاابد اور لازوال اقتدار کی اندھی

تجزیہ

خواہش۔ (قصہ کچھ یوں ہے کہ اگرچہ میاں نواز شریف نے اپنی سیاست کی بنیاد پیپلز پارٹی اور بھٹو فیملی سے مخالفت بلکہ دشمنی پر رکھی تھی لیکن وہ حد درجہ بھٹو سے متاثر تھے' وہ بھٹو کے ایجاد کردہ طریقے یعنی دونوں ہاتھ سر سے اوپر لے جا کر عوام کے استقبالی نعروں کا جواب دیتے۔ خاص مواقع پر پی کیپ پہنتے' کیمرہ کے سامنے آتے ہی کسی بابا یا بوڑھی اماں سے بغلگیر ہو جاتے' جلسے میں لوگوں سے اپنی تائید کی بات کہلواتے اور وہ سارے ڈرامے کرتے جو بھٹو کرتا تھا۔ بھٹو کی طرح ان کا اصول بھی یہ تھا کہ عمل جو چاہے کرو مگر پر فریب نعرے لگاتے رہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ میاں نواز شریف نے میدان سیاست میں داخل ہونے سے پہلے بھٹو اور ان کی پیپلز پارٹی کی مقبولیت کے طور طریقوں کا بڑی باریک بینی سے مشاہدہ کیا تھا اور بعض اوقات نقل بمطابق اصل ہی نہیں بلکہ اصل سے بھی بہتر محسوس ہوتی تھی۔ قارئین ندائے خلافت میری اس رائے پر حیران ہوں گے بلکہ بعض تو اس انکشاف پر سیخ پا ہوں گے کہ ذوالفقار علی بھٹو' نواز شریف کا آئیڈیل تھا۔ میاں صاحب نے ہر معاملے میں ذوالفقار علی بھٹو کی پیروی کی' سوائے ان چیزوں کے جنہیں حالات نے نقصان دہ ثابت کیا تھا' مثلاً بھٹو نے نیشنلائزیشن کا راستہ اپنایا جس کا وسیع پیمانے پر ملکی اور قومی سطح پر نقصان ہوا۔ میاں صاحب نے اس کے برعکس نج کاری کو فروغ دینے کی کوشش کی لیکن اس قوم کی بدقسمتی یہ ہے کہ ایک نقصان نیشنلائزیشن سے ہوا تو دوسرا نج کاری سے۔ نیشنلائزیشن سے سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوئی' مزدور محنت سے دستکش ہو گیا' تو نج کاری سے حلوائی کی دکان اور نانا جی کی فاتحہ والا معاملہ ہوا اور یار لوگوں نے کوڑیوں کے دام بڑی بڑی صنعتوں پر قبضہ کر لیا۔ بہرحال یہ بات تو ضمنی تھی' میاں صاحب نے بارھویں تیرھویں اور چودھویں ترمیم سے آئین کی وہ شکل بحال کر دی جو ذوالفقار علی بھٹو کے آخری دور کا آئین تھا۔ یعنی قوت کا ارتکاز وزیراعظم کی ذات میں ہو گیا۔ صدر سے اسمبلی توڑنے' گورنر نامزد کرنے' کمانڈر انچیف کا تقرر کرنے' وغیرہ کے تمام اختیارات چھین لئے گئے۔

اب آیئے اس طرف کہ میاں صاحب بھارت کے عشق میں کیوں گرفتار ہوئے؟ میاں صاحب نے جب صدر کو بے اختیار کر دیا' اسمبلی ممبران کی زبان بندی کر دی' تحریک عدم اعتماد کا طریقہ کار اتنا پیچیدہ بنا دیا کہ اس کو عملی شکل دینا تقریباً ناممکن ہو گیا یعنی اپنی حکومت کے خاتمے کے تمام آئینی راستے مکمل طور پر مسدود کر دیئے تو وہ عین اس جگہ پر آ کھڑے ہوئے جہاں ذوالفقار علی بھٹو کھڑا تھا۔ انہی راستوں کے بند ہونے کی وجہ سے بھٹو نے کہا تھا "میری کرسی مضبوط ہے"۔ میاں صاحب کے سامنے یہ بات تھی کہ بھٹو برطرفی کے آئینی راستوں کو مسدود کرنے کے بعد فوج کے ہاتھوں رخصت ہوئے' میرے اقتدار کو بھی اب صرف فوج سے خطرہ ہے۔ لہٰذا فوج کا کوئی ایسا پکا بندوبست کر دیا جائے کہ وہ میرے اور میرے خاندان کے اقتدار کے لئے کبھی خطرہ نہ بن سکے۔

وہ جانتے تھے کہ ہمارا واحد دشمن بھارت ہے۔ بھارت سے دشمنی کی وجہ سے ہمیں مضبوط اور بڑی فوج درکار ہے۔ اگر بھارت سے تعلقات میں کشیدگی باقی نہ رہے بلکہ دونوں ممالک مضبوط تعلقات اور دوستی کی طرف بڑھیں تو اس طرح ایک تیر سے دو شکار ہوں گے۔ امریکہ کا یہ دیرینہ مطالبہ پورا کیا جاسکے گا کہ فوج کی ڈاؤن سائزنگ کی جائے گی اور دوسرا یہ کہ جب بھارت سے دشمنی ختم ہو جائے گی، فوج چھوٹی اور ظاہر ہے غیراہم ہو جائے گی تو اس میں اتنی ہمت نہیں رہے گی کہ وہ ہمارے بھاری مینڈیٹ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔ علاوہ ازیں بھٹو کی ایف ایس ایف کی طرز پر ایلیٹ فورس قائم کی جائے جو براہ راست سول حکومت کے تابع ہو اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے اتنا طاقتور بنا دیا جائے کہ فوج کے لئے اسے زیر کرنا آسان نہ رہے۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک بھارت سے دشمنی دوستی میں نہ بدل جائے تاکہ ملک میں اکثریت کو قائل کرلینا ممکن ہو جائے کہ اب ہم اپنے وسائل فوج کی بجائے قوم کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں گے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھارت سے اگر دشمنی ختم ہو جائے اور دوستانہ تعلقات پیدا ہو جائیں گے تو اس میں آخر حرج کیا ہے۔ یقیناً ہر باشعور شہری ہمسایوں سے اچھے تعلقات کا خواہاں ہوگا۔ یقیناً یہ بات اپنی جگہ درست ہے لیکن ہمیں بھارت سے دشمنی ختم کرنے اور خصوصاً دوستی کرنے میں بے حد احتیاط کرنی ہوگی۔ علاوہ ازیں کسی کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہمیں بھارت سے مثبت دشمنی ہے۔ جبکہ بھارت کو پاکستان سے منفی دشمنی ہے۔ مثبت دشمنی سے راقم کی مراد یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اور بھارت کے مابین کشمیر وجہ تنازعہ اور دشمنی ہے۔ اگر کشمیر کا مسئلہ باعزت طریقے سے حل ہو جائے تو دشمنی ختم ہو سکتی ہے (راقم کی رائے میں بھی مسئلہ کشمیر حل ہونا چاہئے کسی طور ہو جائے، چاہے پاکستان کو اپنے اصولی موقف میں لچک پیدا کرنی پڑے تب بھی اس تنازعہ کو ختم کر لینا چاہئے) جبکہ بھارت کو پاکستان سے پیدائشی اور اس کے وجود میں آجانے کی بنیاد پر دشمنی ہے۔ یہ دشمنی پاکستان کے خاتمے سے پہلے ختم نہیں ہو سکتی، کیونکہ ہماری ضد اور اصرار سے بھارت ماتا کے ٹکڑے ہوئے۔ اسی لئے اندرا گاندھی نے ۷۱ء کی فتح کے بعد کہا تھا کہ ہم نے نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔ لہٰذا مسئلہ کشمیر اگر کچھ لے دے کر حل کر لیا جائے تب بھی فوج کو چھوٹا اور کمزور کرلینا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ فوج کی ڈاؤن سائزنگ کرکے یا اسے جدید ترین اسلحہ سے محروم رکھ کر قوم کی فلاح و بہبود تلاش کرنا اولاً اور اصلاً اس لئے قابل قبول بلکہ قابل غور بھی نہیں ہونا چاہئے کہ قرآن کا حکم ہے کہ "دشمن کے مقابلے کے لئے مقدور بھر جنگی قوت اور سازو سامان تیار رکھو"۔

علاوہ ازیں یہ حقیقت ہے کہ امن کی ضمانت صرف جنگی تیاریوں سے ہی دی جاسکتی ہے۔ اس لئے کسی نے کہا ہے "امن چاہتے ہو تو جنگ کے لئے تیار رہو" دفاعی لحاظ سے کمزور ملک تو خواہ مخواہ دوسروں کو جنگ اور حملہ کی دعوت دیتا ہے۔ میاں نواز شریف نے اسی لئے دوبارہ منتخب ہونے کے بعد کہا تھا کہ مسلم لیگ پچیس سال حکومت کر سکتی ہے کیونکہ ان کے ذہن میں تھا کہ اگر حکومت کے خاتمے کے تمام آئینی راستے بند کر دیئے جائیں، فوج کی حیثیت پولیس جیسی ہو جائے اور پاکستان کی باون سالہ تاریخ میں چونکہ یہ تو کبھی ہوا نہیں کہ جو حکومت انتخاب کروائے وہ خود ہی انتخاب ہار جائے (ایسی ذہین اور ناممکن کو ممکن بنانے والی انتظامیہ کے ہوتے ہوئے) لہٰذا تاحیات تخت نشینی کے راستے میں صرف فوج حائل ہے۔ اسے راہ راست پر لا کر ہی ۲۵ سال حکومت کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا۔

آخر میں "تدبیر کنندہ بندہ تقدیر زند خندہ" کے حوالے سے عرض کروں گا کہ میاں نواز شریف کے دونوں ادوار میں کل پانچ کمانڈر انچیف ہوئے۔ جنرل مرزا اسلم بیگ، جنرل آصف نواز جنجوعہ، جنرل وحید کاکڑ، جنرل جہانگیر کرامت اور آخر میں جنرل پرویز مشرف۔ ان میں سے آخری یعنی پرویز مشرف واحد جرنیل تھے جن کا انتخاب میاں نواز شریف نے خود اور خالصتاً اپنی مرضی سے کیا وگرنہ مرزا اسلم بیگ ان کے وزیراعظم بننے سے پہلے کمانڈر انچیف تھے۔ آصف نواز جنجوعہ کو صدر غلام اسحاق خان نے چنا تھا اور میاں صاحب کا غلام اسحاق سے پہلا تصادم آصف نواز کے انتخاب پر ہوا تھا۔ جنرل وحید کاکڑ بھی غلام اسحاق خان کی پسند تھے جس پر میاں نواز شریف کو سخت اعتراض تھا اور غلام اسحاق خان سے اس انتخاب پر زبردست احتجاج کیا تھا۔ جنرل جہانگیر کرامت کو لغاری صاحب نے کمانڈر انچیف لگایا تھا۔ میاں صاحب نے دوبارہ وزیراعظم بن کر تیرھویں ترمیم کے ذریعے کمانڈر انچیف کی تقرری کا اختیار صدر سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پرویز مشرف میاں نواز شریف کی پہلی پسند تھی اور انہوں نے اسے دوسرے سینئر جرنیلوں پر ترجیح دے کر کمانڈر انچیف بنایا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح بھٹو نے جنرل ضیاء الحق کو دوسرے سینئر جرنیلوں پر ترجیح دے کر کمانڈر انچیف بنایا تھا۔ OO

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

ضرب مؤمن، ۲۹ اکتوبر تا ۳ نومبر ۹۹ء

کابل: دوا ساز فیکٹری سالون لمیٹڈ نے کام شروع کر دیا

کابل میں ادویات تیار کرنے والی ایک فیکٹری سالون لمیٹڈ نے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ فیکٹری ملک میں تیس فیصد دواؤں کی ضرورت پوری کرے گی۔ سالون لمیٹڈ کے سربراہ ڈاکٹر الیاس نے بتایا کہ اس فیکٹری کیلئے درکار ضروری آلات اور وسائل چین، امریکا اور سوئٹزرلینڈ سے درآمد کئے گئے ہیں۔ فیکٹری چوبیس گھنٹوں میں بیس ہزار کیپسول، پچاس ہزار گولیاں، دس ہزار بوتل شربت اور دیگر طبی سامان بنانے کی پیداواری صلاحیت رکھتی ہے۔

آریانا ایک خالص عوامی تجارتی کمپنی ہے، پابندی ظلم ہے

اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کا فیصلہ انصاف سے بعید اور ظالمانہ ہے۔ یہ بات آریانا افغان ایئرلائنز کے سربراہ حافظ محمد یونس نے اقوام متحدہ کے نام اپنے ایک خط میں کہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آریانا نے گزشتہ ۴۵ سالہ خدمات میں تمام سیاسی اور حکومتی اثرات سے بالاتر ہو کر اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ ہمارا ملک سمندر سے دور واقع ہے اور بیرونی ممالک سے ہمارا رابطہ صرف فضائی سروس پر ہی منحصر ہے۔ یہ فیصلہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے خلاف ہے جس کی وجہ سے انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر کی جانے والی رفاہی سرگرمیاں معطل ہو سکتی ہیں۔

بدعنوانیاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہیں ○ ملا محمد ربانی

اسلامی امارت کا واحد مقصد ملک میں خالص اسلامی نظام کا نفاذ اور مکمل امن کا قیام ہے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے شہداء کا مقدس اور قیمتی خون گرا ہے اور اب جبکہ پورے ملک میں قرآن کی حکمرانی کے لئے ہماری جدوجہد جاری ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پاکیزہ نظام میں بدعنوانی، رشوت ستانی، اقرباپروری، خیانت اور سفارش مکمل طور پر موجود نہ ہوں کیونکہ یہ چیزیں اللہ کی ناراضگی اور نظام کی ناکامی کا سبب بنتی ہیں۔ ان خیالات کا اظہار نگران کونسل کے سربراہ الحاج ملا محمد ربانی نے وزارت داخلہ کے کانفرنس ہال میں ایک عظیم الشان تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

"قومی منصوبہ برائے عمل" یا منصوبہ برائے بد عملی

بیجنگ کانفرنس کے حوالے سے آزادی وحقوق نسواں کے نام پر خاندانی ادارے کو تباہ وبرباد کرنے اور جنسی آوارگی کو فروغ دینے کی بین الاقوامی سازش.

پاکستان موومنٹ ورکرز فورم کے ڈاکٹر قمرالزماں نیازی کی ایک چشم کشا تحریر

محترم ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم! میں آپ کے جریدے کی وساطت سے محترم علمائے کرام، معزز مشائخ اور مسلمان بھائیوں کی توجہ پیر بنیامین رضوی صوبائی وزیر اور سیکرٹری اطلاعات مسلم لیگ کے اس بیان کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو نوائے وقت ۲۰-۰۸-۹۹ میں شائع ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے بیان میں فرمایا تھا کہ حکومت خواتین کے لئے بیجنگ کانفرنس کی سفارشات کے تحت ایک مربوط پروگرام بنا رہی ہے۔ جس میں عورتیں قومی زندگی میں مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ کردار ادا کر سکیں گی۔ اس پروگرام کا نام "قومی منصوبہ برائے عمل" رکھا گیا ہے۔

بیجنگ کانفرنس ۴-۱۵ ستمبر ۱۹۹۵ء میں چین کے دارالحکومت "بیجنگ" میں منعقد ہوئی تھی۔ جس میں تمام دنیا سے ۴۴۰۰۰ عورتوں نے حصہ لیا۔ مسلمان ملکوں میں سے صرف سعودی عرب نے کوئی مندوب نہیں بھیجا۔ پاکستان کی خاتون وزیر اعظم نے بھرپور حصہ لیا اور اپنی دھواں دار تقریر میں کانفرنس کی کسی سفارش سے بھی اختلاف ظاہر نہیں کیا۔ ان سفارشات میں ایک یہ بھی تھی کہ سیڈا (CEDAW) یعنی

Convention for Elemination of Discrimination Against Women

کی سفارشات پر من وعن عمل کیا جائے۔ اس کنونشن کی سفارشات کی منظوری یو۔ این۔ او نے ۱۹۷۹ء میں دے دی تھی۔ پاکستان کی خاتون وزیر اعظم نے اس دستاویز کی منظوری پاکستان میں عمل درآمد کرانے کے لئے اگست ۱۹۹۵ء میں دے دی تھی۔ اسی خاتون وزیر اعظم نے ۰۳-۱۱-۹۴ کو پاکستان کی عورتوں کی مفروضہ حالت زار معلوم کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن کا نام "Commission for Inquiry of Women" تھا۔ گو کہ اس کمیشن کے چیئرمین جسٹس ناصر اسلم زاہد تھے مگر اس کی اصلی روح رواں پاکستان میں صیہونیوں کی اہم ترین ایجنٹ عاصمہ جہانگیر تھیں۔ جو کہ اپنے لبرل ازم کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے ایک قادیانی سے شادی رچا چکی ہیں۔ تینوں دستاویزوں کی مندرجہ ذیل شقیں قرآن، سنت اور دستور پاکستان کے خلاف ہیں۔ علماء کرام، مشائخ اور مسلمان بھائیوں سے التماس ہے کہ ان پر غور فرمائیں:

(I) مرد وزن کی ہر میدانِ عمل میں برابری

حکومتوں پر فرض بنتا ہے کہ وہ اس چیز کو یقینی بنائیں، مرد اور عورتیں معاشی، ثقافتی، سماجی، سیاسی اور قانونی طور پر برابر ہو جائیں۔ (CEDAW)

(II) اسمبلیوں میں ۵۰% نشستیں مخصوص

(الف) عورتوں کو سوسائٹی کے سب دائرہ اختیارات میں اور خاص طور پر ان اداروں میں جہاں دور رس قومی اہمیت کے فیصلے ہوتے ہیں، مردوں کے برابر حصہ دیا جائے۔ (بیجنگ کانفرنس شق ۱۳)

(ب) عورتوں کا کردار ان اداروں میں جہاں اہم دور رس فیصلے ہوتے ہیں زیادہ کیا جائے اور ان کی شراکت مردوں کے برابر ہونی چاہئے۔ (بیجنگ کانفرنس (c)۱۴۴)

(III) نوکریوں میں پچاس فیصد حصہ

(الف) ایسی پالیسیاں اور اقدامات کئے جائیں کہ ۲۰۰۰ء تک پیشہ وارانہ حد تک مرد اور عورتیں برابر ہو جائیں۔ (بیجنگ کانفرنس (a)۱۹۳)

(ب) ایسے اقدامات کئے جائیں کہ سیکرٹری جنرل کا ٹارگٹ پورا ہو جائے جس میں عورتیں منیجروں اور فیصلہ کرنے والے اداروں میں ۵۰% فیصد ہو جائیں۔ (ایضاً)

(IV) مخلوط تعلیمی ادارے

(الف) مرد اور عورت کے سوسائٹی کی سطح پر رسمی تصورات کو ختم کرنے کے لئے تعلیم کے میدان میں مخلوط تعلیم دی جانے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
(Article10(c),CEDAW Document)

(ب) لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مفصل تعلیمی پروگرام بنائے جائیں اور مخلوط شعبے بنائے جائیں تاکہ ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کیا جائے۔ (بیجنگ کانفرنس (L)۸۳)

(V) سپورٹس میں حصہ لینے کے مکمل حقوق

(الف) لڑکیوں کو ہر قسم کے قومی اور بین الاقوامی سطح پر کھیلوں میں حصہ لینے میں ہر قسم کی مدد دی جائے۔ (بیجنگ کانفرنس (m)۸۳)

(ب) لڑکیوں کو سب کھیلوں اور جسمانی ورزشوں میں لڑکوں کے برابر حصہ کے مواقع ملنے چاہئیں۔
(Article10(g),CEDADocument)

(VI) سوسائٹی میں تمام قسم کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا حق

(الف) اقدام کئے جائیں کہ لڑکیاں گھر سے باہر سوسائٹی میں ہر قسم کی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ مثلاً جیسے کھیلیں، ڈرامہ اور دوسری ثقافتی سرگرمیاں۔ (بیجنگ کانفرنس (d)۲۸۰)

(ب) ان N-G-O's کی مدد کی جائے جو کوشش کر رہی ہیں کہ لڑکیاں اور لڑکے سوسائٹی میں برابر کی حیثیت سے حصہ لیں۔ (بیجنگ کانفرنس (b)۲۸۹)

(VII) روایتی خاندان کا خاتمہ

(الف) خاندان اور سوسائٹی میں مرد اور عورت کے روایتی کردار کو بدلنا ہوگا۔ تاکہ مرد اور عورت میں برابری ہو سکے۔ (CEDADocument)

(ب) خاندان کی ذمہ داری مرد اور عورت برابری کی بنا پر کریں۔ (بیجنگ کانفرنس ۱۵)

(ج) گھریلو کام میں مرد اور عورت دونوں برابر حصہ لیں تاکہ عورتیں باہر کی سرگرمیوں میں حصہ لے سکیں۔ (بیجنگ کانفرنس (i)۱۹۰)

(د) خاندان کو جمہوری بنایا جائے۔ اور خانہ داری میں مرد اور عورت دونوں کو برابر حصہ لینا چاہئے۔ (کمیشن آف انکوائری فار وومن۔ باب X)

(VIII) وراثت میں مرد اور عورت کا برابر حصہ

(الف) مردوں اور عورتوں کو وراثت میں برابر حصہ

ملنا چاہئے۔ (کمیشن آف انکوائری فار وومین باب III(۳۱)

(ب) ساس اور سسر کی موت پر بیوہ بہو کو حصہ ملنا چاہئے۔

(ج) مناسب قوانین بنائے جائیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر حصہ ملے۔ (بیجنگ کانفرنس(d)۲۷۴)

(IX) ٹریڈ یونین، ممبر، پولیس آفیسر، ایڈووکیٹ اور جج بنانا

(الف) عورتوں کو ٹریڈ یونین ممبر بنایا جائے۔ (بیجنگ کانفرنس(j)۲۳۲)

(ب) اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ عورتوں کو جج، پولیس آفیسر اور ایڈووکیٹ بنایا جائے۔ (بیجنگ کانفرنس ۲۳۲(m)

(ج) پولیس فورس میں عورتوں کی تعداد کو بتدریج زیادہ کیا جائے۔ (کمیشن آف انکوائری فار وومین ۔ باب x(۱۰)

(X) مذاہب اور روایات سے بغاوت

(الف) اقدام کئے جائیں کہ مذہب اور روایات کی وجہ سے لڑکیوں کے خلاف امتیازی سلوک نہ ہو سکے۔ (بیجنگ کانفرنس(d)۲۷۶)

(ب) عورت اور مرد کی دیت برابر ہونی چاہئے۔ (کمیشن آف انکوائری فار وومین۔ باب xi(۵)

(XI) سقوطِ حمل اور نس بندی کرانے کی اجازت

(الف) ہر عورت کو حمل کے پہلے تین مہینے میں سقوط حمل کا اختیار ہونا چاہئے۔ (کمیشن آف انکوائری فار وومین باب vi(۷)

(ب) عورت جب چاہے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نس بندی کروا لے۔ (کمیشن آف انکوائر فار وومین۔ باب ix(۶)

(ج) جو عورتیں اپنے حمل ساقط کرانا چاہتی ہیں ان کے لئے محفوظ سقوط حمل کا بندوبست ہونا چاہئے، اگر قانون اجازت دیتا ہو۔ اور ان قوانین کی سزا پر نظر ثانی کرنی چاہئے جو کہ غیر قانونی اسقاط حمل پر ملتی ہے۔ (بیجنگ کانفرنس(k)۱۰۶)

(XII) نکاح وشادی کے اسلامی قوانین میں تبدیلی

میشن آف انکوائری فار وومین۔ باب III

(۵) مرد اگر دوسری شادی کر لے تو پہلی بیوی کو طلاق دینے کا حق ہونا چاہئے۔

(۶) عورت کو نکاح کے لئے ولی کی اجازت غیر ضروری ہونی چاہئے۔

(۱۸) دوسری شادی صرف عورت کی اجازت سے ہو سکے گی۔ (Article16-CEDAW)

(a) مرد اور عورت شادی برابری کے اصول پر کریں گے۔

(b) مرد اور عورت دونوں کو اپنے اپنے شریک زندگی کے چناؤ کا حق ہوگا۔ (c) شادی کے بعد مرد اور عورت کی ذمہ داریاں برابر ہوں گی۔

(XIII) Sexuality پر پورا کنٹرول

اس کا مطلب ہے عورت کی مرضی ہے کہ شادی کرے نہ کرے۔ شادی کے بغیر بچے اپنی مرضی سے پیدا کرے۔ ایک سے زیادہ مردوں سے شادی کرے۔ ہم جنس پرستی کرے۔

محترم علمائے کرام، معزز مشائخ اور مسلمان بھائیو!

ابلیس نے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ کو ورغلایا تھا کہ اگر وہ ایک مخصوص درخت کا (جس کے نزدیک بھی اللہ نے جانے سے منع کیا تھا) پھل چکھ لیں تو ان کو ابدی زندگی مل جائے گی۔ انہوں نے پھل کو چکھا اور ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے۔ ان دونوں نے معافی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی اور زمین پر بھیج دیا۔ اللہ نے قرآن میں تنبیہہ بھی کی ہے کہ دیکھنا یہ ابلیس تمہارے ستر پھر ایک دوسرے کے سامنے نہ اتروادے۔

ابلیس اور اسی کے ایجنٹ ہمیشہ سے ہی بنی آدم کے ستر ایک دوسرے کے سامنے اتروانے کی دھن میں رہے ہیں۔ اب اس کے خاص الخاص صیہونی ایجنٹوں نے ان دستاویزات میں درج سفارشات کو کینیا کانفرنس، قاہرہ کانفرنس اور بیجنگ کانفرنس میں پیش کروا کر سوائے چند ایک کے دنیا کی تقریباً سب حکومتوں سے ان کی منظوری اخذ کر لی ہے۔ اور ان سب حکومتوں سے اس بات کا بھی عہد لیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک کے قوانین کو ان سفارشات کے عین مطابق ڈھال دیں گے۔

خط کے آغاز میں ذکر ہو چکا ہے کہ ان تینوں دستاویزات کی منظوری پاکستان کی خاتون وزیر اعظم دے چکی ہیں۔ اب نوائے وقت ۹۹-۸۰-۲۰ میں پیر بنیامین رضوی سیکرٹری اطلاعات مسلم لیگ اور وزیر حکومت پنجاب نے بیان دیا ہے کہ حکومت پاکستان نے مسلم خواتین کے لئے ایک مربوط پروگرام بنایا ہے اور یہ پروگرام بیجنگ کانفرنس کی سفارشات کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے نتیجے میں مسلم خواتین مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ کام کریں گی۔

محترم علمائے کرام، معزز مشائخ اور مسلمان بھائیو!

ہمارے حکمرانوں کے ان اقدامات لینے سے کیا مسلمانوں میں بے حیائی، بے شرمی، بے غیرتی، بے پردگی، فحاشی اور ہم جنسی کا سیلاب نہیں آجائے گا؟؟؟ کیا یہ ابلیس کی فتح نہیں ہوگی؟؟؟

محترم علمائے کرام، معزز مشائخ اور مسلمان بھائیو! کیا وقت نہیں آیا کہ ہم سب متحد ہو کر امریکہ اور صیہونیوں کے ناپاک عزائم کو ناکام بنائیں؟؟؟

خیر اندیش

ڈاکٹر قمر الرحمٰن نیازی

پاکستان موومنٹ ورکز فورم

تبسم زیرِ لب

ٹی وی دیکھ کر

سرفراز شاہد

یہ دعا کرتے ہیں ہم ہر بار ٹی وی دیکھ کر   ہاتھ سے جائے نہ برخوردار ٹی وی دیکھ کر

کوئی سنگر، کوئی ایکٹر، کوئی "ریسلر" ہو گیا   میرے بچے بن گئے فنکار ٹی۔ وی دیکھ کر

شیخ انگلش فلم ٹی۔ وی پر تو "مس" کرتے نہیں   ویسے پڑھ لیتے ہیں استغفار ٹی۔ وی دیکھ کر

جو بچارا سال بھر "نیلام گھر" تکتا رہا   ہو گیا انعام کا حقدار ٹی۔ وی دیکھ کر

ہم نے "انٹینا" سمجھ کر اور اونچا کر دیا   اپنا اپنا زیست کا معیار ٹی۔ وی دیکھ کر

ہر کمرشل دیکھ کر بیگم نے شوہر سے کہا   آپ چلئے ذرا بازار ٹی۔ وی دیکھ کر

اس قدر بے کیف اور سگرٹوں کا اشتہار   پھونک دی ہیں ڈبیاں دو چار ٹی۔ وی دیکھ کر

آج کل ڈاکو یونہی ٹی۔ وی کے گرویدہ نہیں   لوٹتے ہیں جب وہ ہر بار ٹی۔ وی دیکھ کر

ہم نے ان کو لے دیا رنگین ٹی۔ وی سرفراز   مانگتے ہیں اب وہ "وی سی آر" ٹی۔ وی دیکھ کر

نیکی اور پوچھ پوچھ؟

از قلم : محمد سمیع، کراچی

یہ شگفتہ تحریر گزشتہ سال کراچی میں ہونے والے سالانہ اجتماع کے پس منظر میں لکھی گئی تھی مگر حالیہ اجتماع کی منسوخی کے حوالے سے یہ آج بھی تر و تازہ ہے کہ اس سال ڈپٹی کمشنر لاہور سے تنظیم کے سالانہ اجتماع کے لئے اجازت طلب کرنا ہی اجتماع کی منسوخی کا موجب بن گیا۔ (ادارہ)

آپ یقیناً اردو زبان کے اس محاورے سے خوب واقف ہونگے۔ کوئی آپ سے یہ کہے کہ میں آج شب آپ کو دعوت طعام دیتا ہوں کیا آپ کے لئے اس دعوت میں شرکت ممکن ہوگی تو آپ فوراً جواب دیں گے۔ "کیوں نہیں! نیکی اور پوچھ پوچھ" لیکن جناب آج حقیقی نیکی کے لئے یہ "پوچھ پوچھ" ضروری بنادی گئی ہے۔ اب دیکھئے کہ ہم اقامت دین کی جدوجہد کو دنیا کا عظیم ترین کام سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس سلسلے میں کوئی اجتماع یا جلسہ منعقد کرنا چاہیں تو آپ کو انتظامیہ سے پوچھنا پڑتا ہے کہ حضور کیا ہم یہ اجتماع کرلیں۔ آپ کی اجازت ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے' روزہ رکھنے زکوۃ دینے یا حج کرنے کے لئے تو انتظامیہ سے اجازت نہیں لیتے پھر اقامت دین کی جدوجہد جو فرض عین ہے اس کے لئے اجازت چہ معنی؟ آپ کی بات بجا۔ لیکن حضرت یہ بتایئے کہ ہم نے اقامت دین کے فرض عین ہونے کا شعور کتنے لوگوں کو بخشا ہے۔ ہم میں کچھ دانشور ایسے بھی ہونگے جو یہ سوال کریں گے کہ اقامت دین کی جدوجہد تو اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ جاری نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اسلامی نظام قائم کیا جائے۔ تو پھر جاری نظام کے محافظوں سے اس کی اجازت کی طلب کیا معنی رکھتی ہے۔ تو میں ایسے دانشوروں سے یہ سوال کروں گا کہ بھائی ہم میں کچھ دوسری جماعتیں بھی اسی جدوجہد میں مصروف ہیں لیکن اس کے لئے انہوں نے انتخابی طریقہ کار کو اختیار کر رکھا ہے۔ ان میں سے جو لوگ پارلیمنٹ کے رکن بنتے ہیں وہ دستور سے وفاداری کا حلف اٹھاتے ہیں اور دستور جاری نظام کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ ایں چہ بو العجبیست۔ ایک قدم آگے بڑھیں۔ ذرا یہ بتائیں کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں قرآن وسنت کا ترمیمی بل سینٹ کے حلق میں کیوں اٹکا ہوا ہے۔ ظاہر ہے سینیٹرز کی اجازت کے بغیر قرآن وسنت کی بالادستی بھی قائم نہیں ہو سکتی۔ خیر بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ ہم چونکہ ایک ایسی تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں جو سردست ملکی قوانین کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے اپنی جدوجہد جاری رکھنا چاہتی ہے لہٰذا ہم نے انتظامیہ کو اس اجتماع کی اجازت کے لئے درخواست پیش کردی۔

جن صاحب کے ذمہ انتظامیہ کی اجازت کے حصول کا کام تھا ظاہر ہے وہ بھی تنظیم ہی کے رفیق ہیں۔ انہوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ پہلے وہ روٹین کے مطابق یہ کام کریں گے۔ جب اس طرح اجازت کا حصول ناممکن ہو جائے تو پھر غیر معمولی طریقہ اختیار کریں گے۔ ایک زمانے میں راقم کو بھی ایک حکومتی محکمے سے کوئی کام پڑ گیا تھا جس کے دوران اس کے علم میں یہ بات آئی کہ حکومتی محکموں سے کام نکالنے کے دو طریقے ہوتے ہیں یا تو فائل کے ساتھ پہیئے لگے ہوں یا حکام بالا سے فون کروایا جائے۔ لہٰذا طے پایا کہ حکام بالا سے ہی رجوع کیا جائے کیونکہ فائل کے ساتھ پہیئے لگانا ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت کے لئے ممکن نہ تھا۔ لہٰذا فون کروایا گیا بات پھر بھی نہ بنی۔ ہماری بدقسمتی کہ حکیم سعید کی شہادت کا سانحہ رونما ہو گیا جس کے نتیجے میں اس وقت انکار ہو گیا جبکہ دو چار ہاتھ لب بام رہ گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ متعلقہ افسر صاحب کا شام کو فون آیا کہ صبح اجازت نامہ لے جائیں۔ صبح اجازت نامہ تو نہیں ملا البتہ گورنر صاحب کا حکم نامہ سامنے آگیا کہ جلسے جلوسوں اور ہڑتالوں پر پابندی لگادی گئی ہے۔ لیکن ہمارے بھولے بھالے ساتھیوں نے سوچا کہ یہ دینی اجتماع ہے حکومت گو کہ تحریری اجازت نامہ نہیں دے رہی لہٰذا وہ صرف نظر سے کام لے گی۔ اب اس بات کو Confirm کس طرح کیا جائے؟ طے ہوا کہ اجتماع سے دو چار دن قبل خیمے استادہ کر دیئے جائیں۔ اگر انتظامیہ حرکت میں نہیں آتی تو ہم انتظامات جاری رکھیں گے ورنہ پروگرام کو قرآن اکیڈمی شفٹ کر دیں گے۔ لیکن برا ہو انتظامیہ کا کہ وہ حرکت میں آگئی۔ ہمیں امیر محترم کی زبانی بار بار سنا ہوا وہ شعر یاد آگیا کہ ع

نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں ذرا اور اسے تھام ابھی

لہٰذا اقدام کے مرحلے کے دہلیز پر پہنچ کر ہم نے "یوٹرن" لے لیا۔ آج جب راقم اس مضمون کو مکمل کر رہا ہے تو سوچ رہا ہے کہ کاش وہ دن بھی آئے جب ایسے کسی اجتماع کی اجازت کے لئے انتظامیہ سے رجوع کیا جائے تو وہ خندہ پیشانی سے جواب دے۔ ہاں ہاں ضرور اجتماع کریں۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ معطل قومی اسمبلی کے معطل سپیکر جناب الٰہی بخش سومرو پر پاگل کتے کا حملہ (ایک خبر)

✪ قارئین ہمیں تو یہ کتا کافی سمجھ دار لگتا ہے' آپ کی کیا رائے ہے۔

☆ نواز شریف نے اپنے خاندان اور دوسروں کو مالا مال کر دیا۔ (نیویارک ٹائمز کا تبصرہ)

✪ یوں ملک بد حال اور قوم بے حال ہو گئی۔

☆ نیک لوگوں پر آزمائش آتی رہتی ہے۔ (میاں شریف)

✪ اور برے لوگ اپنے کئے کی سزا پاتے ہیں۔

☆ میرے ابو کی برطرفی عوامی مینڈیٹ کی توہین ہے۔ (حسن نواز شریف)

✪ صاحبزادہ صاحب! اس طرح کی "بے فضول" باتیں کرنے کی بجائے یہ دعا کیا کریں "اے خدا میرے ابو سلامت رہیں"۔

☆ اسامہ بن لادن نے بالآخر افغانستان چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ (ایک خبر)

✪ اندازہ ہوتا ہے کہ "اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ" کا قرآنی فرمان اسامہ کے دل میں جاگزیں ہے۔

☆ نواز شریف کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔ (رائے منصب علی)

✪ خصوصی توجہ برائے صدر مملکت رفیق تارڑ۔

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

حسن ابدال میں سہ روزہ پروگرام

سال رواں میں دو روزہ / سہ روزہ پروگراموں کے شیڈول کے مطابق حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام اسرہ حسن ابدال میں ۲۴ تا ۲۶ ستمبر ۹۹ء ایک سہ روزہ پروگرام راقم کی زیر سرپرستی ترتیب دیا گیا۔

۲۴ ستمبر بروز جمعۃ المبارک واہ کینٹ، حسن ابدال اور کامرہ کے اسرہ جات سے دس رفقائے تنظیم واہ کینٹ کی جامع مسجد خلفائے راشدین میں اکٹھے ہوئے۔ راولپنڈی سے ناظم دو روزہ جناب طفیل گوندل صاحب بمع ٹینٹ اور دیگر ضروری سامان نماز جمعہ سے پہلے تشریف لے آئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد کیمپ لگانا شروع کیا جو نماز عصر تک مکمل ہوا۔ چونکہ یہ جگہ جی ٹی روڈ کے قریب واہ آرڈیننس فیکٹری کے بیریئر نمبر ۳ کے قریب تھی لہٰذا بڑی تعداد میں تنظیم کی فکر سے متعلق بینرز لگائے گئے۔ تاکہ اس علاقہ کے لوگ تنظیم سے متعارف ہوں۔ نماز عصر کے بعد تمام رفقاء اس سہ روزہ پروگراموں کے بارے میں دعوت نامے گھروں میں تقسیم کرنے میں مصروف رہے جس کے نتیجہ میں خاصی تعداد بعد نماز مغرب جناب سلیم صدیقی صاحب کے دولت خانہ پر درس قرآن سننے کے لئے اکٹھی ہوئی جہاں طفیل گوندل صاحب نے سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع کا درس دیا۔ اور راقم نے رفیق تنظیم جناب محمد حنیف صاحب کی رہائش گاہ واقع نواب آباد میں ایمان اور جہاد کے موضوع پر درس دیا۔ بعد ازاں دونوں مقامات پر لوگوں کو کیمپ میں آنے کی دعوت دی گئی تاکہ تنظیم کے دائرہ کار سے متعارف کرایا جائے۔ اسی دوران کیمپ کے اندر جناب اعجاز خان صاحب رفیق تنظیم و نقیب اسرہ کامرہ نے "اسلامی انقلاب کب: کہاں: کیوں: کیسے" نامی کتابچے کا مطالعہ کروایا۔

اگلے روز یعنی ۲۵ ستمبر کو بعد نماز فجر جامع مسجد خلفائے راشدین میں جناب طفیل گوندل صاحب نے سورۂ فرقان کے آخری رکوع کا درس دیا اور راقم نے کیمپ کے اندر فکر آخرت پر درس دیا۔ پنڈی سے جناب شمیم اختر صاحب تشریف لائے۔ آرام اور ناشتہ سے فراغت کے بعد ساڑھے آٹھ بجے انہوں نے "فرائض دینی کے جامع تصور" پر مذاکرہ کرایا جس میں رفقاء نے بھرپور حصہ لیا اور سوالات کے ذریعے ان فرائض کا ہر پہلو سے جائزہ لیا گیا۔ اس مذاکرے کا دورانیہ ۴ گھنٹے پر مشتمل تھا۔ ساڑھے بارہ بجے رفقاء پھر دعوت نامے تقسیم کرنے کے لئے چلے گئے۔ بعد نماز عصر "قرآن مجید کے مسلمانوں پر حقوق" کے متعلق راقم نے اظہار خیال کیا بعد میں دیگر رفقاء کو بھی اس پر گفتگو کرنے کا موقع دیا گیا اور آخر میں طفیل گوندل صاحب نے گفتگو کو سمیٹتے ہوئے اس موضوع پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ نماز مغرب کے بعد راقم نے رفیق تنظیم جناب عصمت پاشا کے گھر "راہِ نجات" کے موضوع پر درس دیا اور جناب طفیل گوندل صاحب نے رفیق تنظیم جناب جمیل احمد صاحب کی رہائش گاہ پر سورۃ الحدید کے رکوع نمبر ۳ کا درس دیا جو نماز عشاء تک جاری رہا۔ اس موقع پر حاضرین کو سوالات کرنے کی دعوت دی گئی۔ لوگوں نے یہ تاثر دیا کہ درس اتنا معقول تھا کہ سوال کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

یاد رہے کہ رفقاء تنظیم کی رہائش گاہوں پر دروس قرآن کے اوقات میں کیمپ کے اندر بھی نقیب اسرہ کامرہ جناب محمد اعجاز خان صاحب اس سہ روزہ پروگرام میں شرکت کرنے والے باقی رفقاء کے ہمراہ مطالعہ میں مصروف رہے۔ اگلے دن بعد نماز مغرب انہوں نے اقبال اور قرآن کے موضوع پر مطالعہ کروایا۔ عشاء کی نماز کے بعد "حزب اللہ کے اوصاف" پر کیمپ میں پروفیسر فخرالاسلام صاحب نے سورۂ حشر کی روشنی میں درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ رفقاء تنظیم میں شمولیت کے بعد اپنی پرانی برادری کی بجائے نئی برادری یعنی نظریاتی برادری کو اپنائیں اور مسائل و مشکلات (معاشی و معاشرتی) اپنے امراء اور نقباء کے سامنے پیش کیا کریں۔ ایثار اور قربانی کے جذبہ کو اجاگر کریں اور ایفائے عہد کی پابندی کریں۔

تیسرے روز یعنی ۲۶ ستمبر کو بعد نماز فجر کیمپ کے اندر امیر محترم کی کیسٹ "ابلیس کی مجلس شوریٰ" پر دوپہر ایک بجے تک مذاکرہ ہوا۔ امیر محترم کے خطاب کو رفقاء تک عام فہم زبان میں سمجھا گیا جس میں راقم اور جناب طفیل گوندل صاحب نے اس ذمہ داری کا حق ادا کیا۔ ظہر کی نماز سے پہلے راقم نے رفقاء تک تنظیم کے انقلابی فکر کو عملاً اپنے اوپر لاگو کرنے پر زور دیا۔ اختتامی خطاب میں جناب طفیل گوندل صاحب نے سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کی پہلی دو آیات کی روشنی میں رفقاء کو خود احتسابی کے عمل سے گزرنے کی تلقین کی۔ مجموعی طور پر ۱۲ رفقاء اور تین احباب نے اس سہ روزہ پروگرام میں شرکت کی۔

(رپورٹ: غلام اصغر صدیقی)

اسرہ دیر کا ایک روزہ دعوتی اجتماع

اسرہ دیر کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی اجتماع بمقام جامع مسجد چکیاتن منعقد ہوا۔ اجتماع کا آغاز بعد نماز مغرب ذیلی حلقہ مالاکنڈ ڈویژن کے ناظم جناب غلام اللہ حقانی کے خطاب "اُمت مسلمہ کے زوال کے اسباب" سے ہوا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کی آیت ۸۵ میں روئے سخن تو ہے اہل کتاب یعنی یہود کو لیکن آئینہ امت مسلمہ کو دکھایا گیا ہے کہ اگر امت مسلمہ بھی قرآن کے بعض حصے پر ایمان رکھے گی اور بعض سے انکار کرے گی، یعنی نماز، روزہ، حج عبادات کی حد تک تو مانے 'اسلام' پر عمل کرنے لیکن معاملات میں اپنی من مانی کرے۔ مسجد کے اندر تو مانے لیکن باہر اپنی خواہشات کے مطابق عمل پیرا ہو تو ایسوں کے لئے دگنی سزا ہے ایک یہ کہ اس دنیا میں خوار و ذلیل ہوں گے دوسرے قیامت کے دن شدید عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ لہٰذا امت مسلمہ کے زوال کا اصل سبب یہی ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ قریباً ۳۵ افراد نے شرکت کی۔ بعد نماز عشاء درس حدیث ہوا جس میں حضور اکرمؐ کی تین احادیث بیان کی گئیں جن میں کرۂ ارضی پر خلافت کے قائم ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ آپ نے کہا کہ مسلمان کو آگے بڑھنا ہو گا تاکہ امت مسلمہ کے غلبے کا کام آسان ہو سکے۔ یہ کام کوئی ڈھیلی ڈھالی جماعت نہیں کر سکتی بلکہ اس کے لئے وہ تنظیمی ہیئت درکار ہو گی جو ایمان اور عمل صالح کے تقاضوں پر سختی سے کاربند ہونے کے علاوہ بیعت کے مسنون طریقے پر استوار ہو۔ اس نشست میں ۴۰ افراد نے شرکت کی۔ پروگرام کے دوسرے دن کا آغاز بعد از نماز فجر درس قرآن سے ہوا۔ سورۃ العصر کی روشنی میں نجات کے چار لوازمات پر قرآن و حدیث کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی گئی۔

صبح ۹ بجے دوسری نشست میں ایمان اور عمل صالح پر مفصل خطاب ہوا جس میں رفقاء کے علاوہ چھ احباب نے بڑی دلجمعی کے ساتھ شرکت کی۔ سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ آخری نشست خطاب جمعہ کی تھی۔ منہج انقلاب نبویؐ پر مفصل خطاب قریباً ۲۵۰ افراد نے سنا۔ اسی خطاب کے ساتھ ایک روزہ دعوتی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: سعید اللہ خان)

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی
کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام ۱۸/ ستمبر ۹۹ء نماز عشاء سے شروع ہو کر ۱۹/ ستمبر ۹۹ء بعد نماز عشاء اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں ۲۰ رفقاء کل وقتی اور ۸ جز وقتی شریک ہوئے۔ پروگرام کا آغاز نماز عشاء سے ہوا۔ بعد نماز عبدالرحمٰن ہنگورہ صاحب نے ایک حدیث بیان کی اور سیرت صحابہؓ کے مطالعہ کے سلسلہ میں حضرت سعد بن معاذؓ کے فضائل و حالات زندگی پڑھ کر سنائے۔ انفرادی نوافل اور اذکار کے بعد رفقاء کا باہمی تعارف ہوا۔ ۵:۴۰ پر نماز فجر ادا کی گئی۔ درس قرآن شجاع الدین شیخ صاحب نے دیا۔ اس میں تقریباً ۴۰ اصحاب مع رفقاء شریک ہوئے۔ درس کے بعد امیر تنظیم جنوبی نے رفقاء کی تجوید کے سلسلے میں ایک جائزہ لیا اور رفقاء کو جلد از جلد ناظرہ قرآن حکیم صحیح طور پر پڑھنے کے لئے ترغیب و تشویق دلائی۔ ۹ بجے امیر محترم کے ویڈیو و آڈیو کیسٹس کے ذریعے سورۂ کہف کے پہلے رکوع کا مطالعہ کیا گیا۔ ۱۱:۳۰ بجے حالات حاضرہ پر گفتگو ہوئی۔ چار رفقاء نے درس قرآن کی مشق کی۔ نمازِ ظہر کے بعد درس حدیث ہوا۔ طعام اور آرام کے بعد ۴ بجے امیر محترم کے تازہ خطاب جمعہ کا کیسٹ سنا گیا۔ نمازِ عصر برنس روڈ کے علاقے میں ادا کی گئی۔ بعد نماز برنس روڈ کے بازار میں تین کارنر میٹنگز سے شجاع الدین شیخ صاحب، عبدالقادر انصاری صاحب اور سرفراز احمد خان صاحب نے خطاب کیا۔ جس میں بعد نمازِ مغرب تنظیم جنوبی کے دفتر میں درس قرآن میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

بعد نمازِ مغرب شجاع الدین شیخ صاحب نے تنظیم جنوبی

کے آفس میں درس قرآن دیا۔ رفقاء اور دور دراز سے اصحاب شریک ہوئے۔ امیر تنظیم جنوبی نے حلقے سے آمدہ خطوط و ضروری ہدایت سے رفقاء کو مطلع کیا۔ نمازِ عشاء قریبی مسجد میں ادا کی گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک روزہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب : محمد بشیر)

اسرہ بی بیوڑ کی دعوتی سرگرمیاں

۳۰/ ستمبر۹۹ء بمقام مسجد لوہار آبادی بی بیوڑ میں "عبادت رب" کے موضوع پر بعد نماز عشاء راقم نے خطاب کیا۔ تقریباً ۳۵ افراد نے اس دعوتی پروگرام میں شرکت کی۔ راقم نے خطاب میں واضح کیا کہ عبادت صرف نماز' روزہ اور حج کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں ہر حالت میں مسجد کے اندر اور اپنے گھر کے اندر اور اس کے علاوہ اپنے معاملات زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کی غلامی یعنی اطاعت کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ہزار کے آدھے نوٹ پر بازار میں کچھ نہیں ہوتا۔ اس طرح آدھی بندگی پر اللہ کا وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ پورے دین پر چلنے کا حکم ہے۔ اور وعدہ بھی ہے کہ اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔ یہ پروگرام تقریباً ۴۵ منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد رفقاء کے درمیان تربیتی پروگرام شروع ہوا۔ خاص طور پر نظام العمل پر بحث ہوئی۔ تقریباً ۶ رفقاء اس تربیتی پروگرام میں شامل تھے۔ (رپورٹ : عالم زیب)

ذیلی حلقہ شاہدرہ فیروزوالہ کے زیر اہتمام
سہ روزہ تفہیم دین پروگرام

تنظیم اسلامی لاہور کے ذیلی حلقہ شاہدرہ' فیروزوالہ کے زیر اہتمام یکم تا تین اکتوبر ۹۹ء فرقان گرلز ہائی سکول فیروزوالہ میں سہ روزہ "تفہیم دین" پروگرام منعقد کیا گیا۔ پروگرام میں بندگی رب' شہادت علی الناس اور اقامت دین جیسے عنوانات کے تحت گفتگو کرنے کے لئے حلقہ لاہور کے معروف رفقاء جناب رشید ارشد' جناب رحمت اللہ بٹر اور محمد مبشر سے رابطہ کر کے ان سے وقت لے لیا گیا تھا۔

یکم اکتوبر ۹۹ء کو بعد نماز مغرب "عبادت رب" کے موضوع پر جناب رحمت اللہ بٹر کا خطاب تھا۔ وہ حسب روایت مقررہ وقت سے بہت پہلے ہی فیروز والہ پہنچ گئے۔ نماز عصر کے وقت تک پروگرام کے انتظامات مکمل کر لئے گئے اور مزید یاد دہانی کے لئے سپیکر پر بار بار اعلان کیا جاتا رہا۔ کچھ رفقاء نے فوری ذاتی رابطہ کر کے بعض احباب کو شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ مغرب کی نماز کے فوراً ہی بعد احباب کی آمد شروع ہو گئی۔ وقت مقررہ پر پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بطور سٹیج سیکرٹری نائب ناظم حلقہ شاہدرہ نعیم اختر عدنان صاحب نے قاری عطاء اللہ صاحب کو تلاوت کے لئے دعوت دی۔ تلاوت کے بعد جناب افتخار احمد' معتمد تنظیم لاہور غربی نے نعت رسول مقبولؐ سے حاضرین کے دلوں کو گرمایا۔ بعد ازاں جناب چودھری رحمت اللہ بٹر نے عبادت رب کے موضوع پر سورۂ بقرہ کی آیات ﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا...... ﴾ اور سورۂ ذاریات کی آیت ۵۶ ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ﴾ کو اپنی گفتگو کی بنیاد بناتے ہوئے فرمایا : ان آیات میں قرآن کی دعوت کا ذکر بھی ہے اور انسان کی تخلیق کا مقصد بھی بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دنیا میں ہمیشہ تین قسم کے لوگ موجود رہے ہیں' ایک جنہوں نے حق کی دعوت کو تسلیم کیا اور اس پر عمل کیا' دوسرے وہ جنہوں نے حق کی دعوت کی مخالفت کی' تیسرے وہ جن کے سامنے ہدایت آئی اور وہ اس کو مانتے تو ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ تینوں قسم کے انسانوں سے جب پوچھا جاتا ہے کہ آسمان کس نے پیدا کیا' یہ آسمان سے پانی کون برساتا ہے تو یہ لازماً کہیں گے : "اللہ"۔ یہ انسانی خصلت ہے کہ جس کا کھاتا ہے اس کے گن گاتا ہے۔ لہٰذا قرآن بار بار اس طرف توجہ دلاتا ہے اپنے مالک اپنے روزی رساںؐ اور مشکل کشا کو پہنچا جب اس کو پہچان لیا تو اس کا حق بنتا ہے کہ اس کی بندگی کرو۔

۲/ اکتوبر ۹۹ء حسب پروگرام بعد نماز مغرب تفہیم دین کے سلسلہ میں "شہادت علی الناس" کے موضوع پر جناب رشید ارشد نے خطاب کیا۔ سٹیج سیکرٹری نعیم اختر عدنان نے پہلے احسن نعیم کو تلاوت کلام پاک کے لئے بلایا۔ رشید ارشد صاحب نے سورۂ آل عمران کی آیت : وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ..... کی تلاوت کے بعد بڑے ہی پر اعتماد انداز سے اپنی گفتگو شروع کی۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دور کے لوگوں میں' خاص طور پر پڑھے لکھے نوجوانوں کے ذہنوں میں دین کے بارے میں بہت سے سوالات اُبھرتے ہیں۔ مثلاً ایک وقت تھا جب لوگ اتنی مصروف زندگی نہیں گزارتے تھے۔ جتنی آج ہے۔ اس لئے آج کے دور میں دین پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ جیسے کہ ایک سردار جی مسلمان ہو گئے' بھاگم بھاگ نمازوں کے لئے جاتے۔ ان سے کسی نے پوچھا سردار جی بتاؤ اسلام کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کہنے لگے "وہلے بندیاں دا کم اے"۔ یہی خیال ہمارا بھی ہے۔

کیونکہ جدید علوم نے دین کے بارے میں بڑے شکوک پیدا کر دیئے ہیں' کچھ نام نہاد علماء نے بھی ایسے عجیب و غریب مسائل کھڑے کر دیئے ہیں کہ لوگ پریشان ہو جاتے ہیں کہ کیا یہی دین ہے۔ چنانچہ عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ دین تو بس نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کا نام ہے۔ انہوں نے کہا کہ دین کی جانب سے دو تقاضے آتے ہیں۔ (۱) انفرادی طور پر اللہ کی بندگی کرو۔ (۲) دوسروں کو بھی اللہ کا بندہ بننے کی دعوت دو۔ اور اللہ کی بندگی پر مبنی نظام قائم کرو یہی شہادت علی الناس ہے۔

"اے مسلمانو! ہم نے تم کو اُمت وسط بنایا تھا تاکہ تم لوگو پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں"۔ یہی دعوت ہر نبی کی رہی۔ نبوت کے سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمدؐ ہیں۔ آپؐ پر رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن کام ختم نہیں ہوا۔ کیونکہ انسان تو قیامت تک آتے رہیں گے ۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

لہٰذا اب یہ ذمہ داری ادا کرنے کے لئے حضرت محمدؐ کو ایک امت عطا کی گئی۔ اب چونکہ نبی کوئی نہیں آئے گا لہٰذا یہ فریضہ اب امت ادا کرے گی۔ اور یہ ذمہ داری اب امت کی طرف منتقل کر دی گئی ہے۔ اب جو انسان بھی پیدا ہو گا وہ نبیؐ کی امت دعوت میں سے ہو گا اور جو آپؐ کا کلمہ پڑھ لے گا وہ امت اجابت میں شمار ہو گا۔ اب اُمت اجابت کے ہر ہر فرد کا یہ کام ہے کہ وہ امت دعوت تک اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اللہ کا پیغام پہنچائے۔ اسی طرح ہم جب تک دین کو تمام شعبوں میں عملی طور پر نافذ نہیں کر کے دکھا دیتے دین کی شہادت مکمل نہیں ہو گی۔ آج کسی خطہ زمین پر اللہ کا دین قائم نہیں جس سے ہم شہادت دے سکیں۔

۳/ اکتوبر۹۹ء کو تین روزہ تفہیم دین پروگرام کا آخری خطاب جناب محمد مبشر نے کرنا تھا لیکن طبیعت کی خرابی کے باعث حاضر نہیں ہو سکے۔ یوں یہ ذمہ داری جناب نعیم اختر عدنان کے کاندھوں پر آن پڑی۔ آج کا خطاب "اقامت دین" کے موضوع پر تھا۔ انہوں نے سورۂ شوریٰ کی آیت شَرَعَ لَكُمْ ..... سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو یہ حکم دیا کہ "اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ" لہٰذا تمام انبیاء کی کوشش رہی کہ لوگ اللہ کے عبادت گزار بندے بن جائیں اور اللہ کا دین بالفعل نافذ ہو جائے تاکہ لوگوں کے لئے اللہ کی بندگی کرنا آسان ہو جائے۔ آج ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم زندگی کے تمام گوشوں یعنی سماجی' معاشی اور سیاسی سطح پر اللہ کے دین کو غالب کریں۔ انفرادی اور اجتماعی تمام پہلوؤں پر حاوی نظام ربانی قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل بھیجے چنانچہ سورۂ حدید میں فرمایا گیا۔ "اللہ نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں (معجزات) دے کر اور ان کے ساتھ شریعت اور کتاب بھی نازل کی اور ساتھ لوہا بھی اتارا جس میں جنگ کی صلاحیت ہے اور لوگوں کے لئے دیگر فائدے بھی ہیں۔ یہ سب اس لئے نازل کیا گیا کہ لوگ عدل و قسط پر قائم ہو جائیں"۔ یعنی لوہے کی طاقت ہاتھ میں لے کر اللہ کا دین اس کرۂ ارضی پر قائم کریں تاکہ کسی پر ظلم نہ ہو سکے۔ اور لوگوں کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ کی بندگی کرنا آسان ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اسلام دین نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں وہ احکامات نازل نہ فرماتا جو صرف اور صرف ایک حکومت ہی نافذ کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ زمین اللہ کی ہے تو اس زمین پر حکم بھی اللہ کا چلنا چاہئے۔

الحمد للہ تفہیم دین کے یہ تین روزہ پروگرام ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ تینوں دنوں کی اوسط حاضری قریباً ۷۰ احباب روزانہ بنتی ہے۔ رفقاء کی محنت کا نتیجہ تھا کہ یہ پروگرام اگرچہ فیروز والہ میں منعقد ہوا لیکن حاضرین میں نواحی آبادیوں شاہ خالد ٹاؤن' رچنا ٹاؤن' شاہدرہ وغیرہ کے لوگ بھی شریک ہوئے۔

(رپورٹ : ہومیو ڈاکٹر اقبال حسین)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8، شمارہ 42
سالانہ زر تعاون -/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

معاونین برائے ادارت:
○ فرقان دانش خان ○ مرزا ایوب بیگ
○ نعیم اختر عدنان ○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

اُسرہ بھکڑیوالی کا دعوتی و تربیتی پروگرام

یکم اکتوبر بروز جمعۃ المبارک اُسرہ بھکڑیوالی نے ایک دعوتی اور تربیتی پروگرام تشکیل دیا۔ اس کے لئے علاقے کے مختلف حصوں، مثلاً گوئندکے، جاداور بھکڑیوالی میں رفقاء نے دعوت کا کام کیا۔ ۷۰ سے ۸۰ افراد نے پروگرام میں شرکت کی۔ پروگرام بعد نماز عشاء شروع ہوا۔ جس میں پہلے امیر تنظیم اسلامی ڈسکہ جناب محمد اشرف صاحب نے "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے موضوع پر درس دیا۔

اس کے بعد علاقے کے معروف عالم دین مولانا عبدالباسط نے "دعوت رجوع الی القرآن" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد ازاں راقم نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد رفقاء کے لئے رات گیارہ بجے تک تربیتی پروگرام جاری رہا۔ (رپورٹ : ڈاکٹر ظفراللہ خاں)

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۲ کا ایک روزہ پروگرام

۱۸، ۱۹ ستمبر بروز ہفتہ، اتوار تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۲ کا ایک روزہ پروگرام منعقد ہوا۔ رفقاء ۱۸ ستمبر بروز ہفتہ بعد نماز عشاء تنظیم اسلامی کے مقامی دفتر واقع C-713 مادام اپارٹمنٹ میں جمع ہوئے۔ امیر تنظیم جناب اعجاز لطیف نے "صحابہؓ کا فکر آخرت" کے موضوع پر ایمان افروز خطاب فرمایا۔ اس کے بعد سونے کے مسنون معمولات اور ادعیۂ ماثورہ کے حوالے سے یاددہانی کرائی گئی۔ نماز فجر سے قبل تمام رفقاء نے انفرادی طور پر نماز تہجد اور ذکرواذکار میں کچھ وقت گزارا۔ نماز فجر کے بعد سورۃ العنکبوت پر درس قرآن ہوا۔ مدرس جناب اعجاز لطیف صاحب تھے۔ اشراق کے بعد آرام اور ناشتے کے لئے وقفہ دیا گیا۔ تقریباً ۹ بجے تمام رفقاء دوبارہ جمع ہوئے۔ اعجاز لطیف صاحب نے رفقاء کی کارکردگی کے حوالے سے ایک مختصر جائزہ لیا۔ اس کے بعد طویل دورانیے کا ایک تربیتی پروگرام ہوا۔ اس پروگرام میں مرض الوفات میں عیادت کے مسنون طریقہ سے لے کر تدفین کے آخری مراحل تک تمام موضوعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔ نوعیت کے اعتبار سے یہ ایک دلچسپ معلومات افزا اور کل نفس ذائقۃ الموت کے حوالے سے نصیحت سے بھرپور پروگرام تھا۔ نماز ظہر تا نماز مغرب رفقاء کو موقع دیا گیا کہ وہ کھانے اور آرام کے ساتھ ساتھ ان رفقاء واحباب سے ملاقات کریں جو کسی وجہ سے آ نہیں سکے۔ یوں یہ ایک روزہ پروگرام مغرب کی نماز کے بعد درس قرآن پر اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام ساتھیوں کی سعی و جہد کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (رپورٹ : محمد یامین)

ضرورت رشتہ

رفیق تنظیم اسلامی کی ۱۶ سالہ ہمشیرہ، رہائش پاک پتن، تعلیم پرائمری و پانچ سالہ دورۂ حدیث کیلئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
رابطہ : معرفت اصغر صدیقی،
ٹی ایم مارگلہ ملز، منوں نگر، حسن ابدال

مڈل تعلیم، رفیق تنظیم، عمر ۲۵ سال کے لئے نیک، باپردہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
رابطہ فون : حافظ محمد اعجاز، گلی شاہ فیصل والی
گاؤں/ڈاک خانہ واصو آستانہ، ضلع جھنگ 35190

انتقال پُرملال

تونسہ سے رفیق تنظیم اسلامی، رضا محمد گجر کے والد ۲۲/اکتوبر کو وفات پا گئے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆ ☆ ☆

ملتان کے رفیق تنظیم عطاء اللہ (ایک سالہ کورس کے شریک) کے بہنوئی فضل اقبال کا گزشتہ دنوں (۲/اکتوبر کو) قضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا۔ مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

چیچنیا کے خلاف روسی جارحیت : (چیچنیا کے صدر ارسلان مسخادوف کے انٹرویو کی روشنی میں)

س: روس میں ہونے والے حالیہ بم دھماکوں میں چیچنیا کے شدت پسندوں کے ملوث ہونے کے الزام پر آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: یہ ان کی اپنی کارستانی ہے، چیچنیا کا کوئی آدمی ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ ہم نے جنگ کے دوران ایسا نہیں کیا۔ کریملن کو انتخابات کا مرحلہ درپیش ہے اور اپنے جرائم کی پردہ پوشی کے لئے انہیں چیچنیا سے بہتر قربانی کا بکرا دستیاب نہیں ہو سکتا۔ جنگ اور ایمرجنسی کی کیفیت پیدا کر کے اہل اور دیانت دار قیادت کا راستہ روکنا مقصود ہے۔

س: اس کے باوجود آپ کو بورس یلسن کے ساتھ ہونے والے معاہدوں پر یقین تھا؟

ج: گزشتہ جنگ کے بعد مجھے ایک حد تک یقین ہو گیا تھا کہ روسی دوبارہ اس قسم کی حماقت نہیں کریں گے اور انہوں نے جو معاہدے کئے ہیں ان کی پابندی کریں گے۔

س: پھر یہ صورتحال کیوں پیدا ہوئی؟

ج: روس کے اندر کئی گروہ سرگرم عمل ہیں مجھے بہت پہلے سے یہ نظر آ رہا تھا کہ وہاں انتخابات قریب آنے پر ہمیں اس صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے لئے انہوں نے بڑی چالاکی سے اغوا، دہشت گردی اور وہابی ازم کا ڈھونگ رچایا ہے۔ یہ نری سیاسی چالبازی ہے۔

س: لیکن اغواء کے واقعات بھی تو ہوئے ہیں۔

ج: ہوئے ہیں، لیکن سازش کے تحت۔ ماسکو یا اوستیا (Ossetia) سے اغوا ہوتے ہیں، انگشیا لا کر انہیں بیچ دیا جاتا ہے، وہاں سے چیچنیا لایا جاتا ہے اور تاوان طلب کیا جاتا ہے۔ روسی افسر خود اپنے سپاہی بیچ دیتے ہیں۔

س: روسی کہتے ہیں کہ ہم صرف دہشت گردوں کو نشانہ بناتے ہیں؟

ج: وہ صرف بے گناہ شہریوں کو قتل کر سکتے ہیں۔ بسائیو رضاکارانہ طور پر داغستان گیا تھا۔ جیسے خود روسیوں نے بڑی تعداد میں کوسوو جا کر سربوں کا ساتھ دیا ہے، کیا اس کے بدلے نیٹو نے روسی ٹھکانوں پر بمباری شروع کر دی تھی؟

بحوالہ : (MESSAGE, Aug-sep./1999)

اخذ و ترجمہ : سردار اعوان